قسط نمبر 2

غیر نواقض تیمم و وضو

محمد منیر قمر سیالکوٹی
ترجمان سپریم کورٹ الخبر
سعودی عرب

قائلین نقض کی دوسری دلیل

اور جن آئمہ و فقہاء نے کہا ہے کہ عورت کو چھونے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا استدلال بعض احادیث سے بھی ہے۔ مگر جس طرح ان کے اس آیت سے استدلال کرنے کی پوزیشن ہے۔ بالکل یہی معاملہ احادیث سے استدلال کا بھی ہے۔ کہ وہ بھی اس مسئلہ میں ان کی دلیل نہیں بن سکتی۔ جیسا کہ سنن ترمذی و نسائی، دار قطنی و بیہقی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو اپنی کسی پہچان والی غیر عورت سے ملا اور صرف جماع کو چھوڑ کر اس سے ہر وہ فعل کیا جو کوئی شوہر اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالی نے (سورہ ھود کی آیت نمبر ۱۱۴ نازل فرمائی جس میں) فرمایا ہے۔

و اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات۔

ترجمہ:۔ اور دن کے دونوں کناروں پر (صبح و شام) نماز قائم کرو اور رات کی گھڑیوں میں بھی کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی سے فرمایا!

توضأ ثم صل۔ (المنتقی مع النیل ۱/۱/۱۹۴، صحیح الترمذی حدیث (۲۴۲/۰۰) ابن ماجہ (۱۳۹۸)

ترجمہ:۔ وضوء کرو اور پھر نماز پڑھو۔

قائلین نقض کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کو وضوء کرنے

جو حکم فرمایا حالانکہ اس نے جماع کی نفی کی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ استدلال کئی لحاظ سے صحیح نہیں۔

اولا

اس لئے کہ یہ حدیث عبد الملک بن عمر عن عبد الرحمان بن ابی لیلی عن معاذ کی سند سے مروی ہے اور اس سند میں انقطاع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ عبد الرحمان کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور نسائی میں ہے:

شعبة عن عبد الرحمان قال: ان رجلا۔ (فذکر الحدیث)

یہ روایت مرسل ہے کیونکہ اس میں عبد الرحمان نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ تابعی نے صحابہ کے واسطہ کے بغیر ہی قصہ نقل کر دیا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں بھی مذکور ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں تو واقعی مذکور ہے مگر وہاں وضوء کرنے اور نماز ادا کرنے کے سرے سے الفاظ ہی نہیں ہیں۔

ثانیا

اس لئے بھی اس حدیث سے استدلال درست نہیں کہ یہ ثابت نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شخص کو وضو کا حکم دینے سے پہلے وہ وضوء سے تھا اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے کہ اس عورت کو ملنے سے پہلے وہ وضوء کئے ہوئے تھا جو ٹوٹ گیا۔ جب اس کا وضوء ثابت ہی نہیں تو ٹوٹنے پر استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے۔

ثالثا

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو وضوء کرنے کا حکم محض اس لئے فرمایا کہ وضوء گناہوں کو مٹانے والا عمل ہے۔ نہ اس لئے

کہ وہ وضوء سے تھا اور اس کا وضوء ٹوٹ گیا تھا۔

(نیل الاوطار ۱ر ۱ر ۱۹۴۔۱۹۵)

المختار

ایسے ہی بعض دیگر روایات اور آثار سے بھی استدلال کیا جاتا ہے مگر ان کا حال بھی یہی ہے کہ جو اس حدیث سے استدلال کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شوکانیؒ، علامہ ابن رشدؒ اور علامہ عبد الرحمان مبارکپوریؒ جیسے کبار محققین نے ترجیح اسی کو دی ہے کہ عورت کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

قہقہہ

اور وہ امور جو بعض فقہاء کے نزدیک نواقض ہیں مگر ان کے نواقض ہونے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ان میں سے تیسری چیز ہے قہقہہ مار کر ہنسنا۔

امام احمد، شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ اور ان کے اصحاب سبھی کا مسلک یہ ہے کہ قہقہہ مار کر ہنسنا نواقض میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ دار قطنی کے حوالہ سے فتح الباری میں لکھا ہے ایک مرفوع حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ نماز کے دوران ہنسنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ لیکن وہ حدیث نقل کرنے کے بعد خود امام دار قطنیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ البتہ اس مرفوع حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً صحیح بخاری کے ایک ترجمۃ الباب میں تعلیقاً اور سنن دار قطنی و سنن سعید بن منصور میں صحیح سند سے موصولاً مروی ہے فرماتے ہیں:

اذا ضحک فی الصلوۃ اعاد الصلوۃ و لم یعد الوضوء۔

ترجمہ:۔ اگر کوئی نماز میں ہنس دے تو وہ نماز دہرائے لیکن وضوء نہ دہرائے۔

(بخاری مع الفتح ۱ر ۲۸۰)

اس صحیح سند والے اثر سے معلوم ہوا کہ نماز کے دوران ہنسنے سے نماز تو

باطل ہو جاتی ہے البتہ وضوء پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور علامہ ابن رشد نے البدایہ میں لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ نے شاذ مسلک اختیار کیا ہے اور نماز کے دوران ہنسنے والے کیلئے وضوء کرنا واجب قرار دیا ہے اور ان کی دلیل (طبرانی کی) ابو العالیہ سے مروی ایک مرسل روایت ہے (یعنی ابو العالیہ والی روایت تابعی، کسی صحابی کا حوالہ دیئے بغیر ہی نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کو روایت کرتا ہے جبکہ) ایسی روایت جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہوتی اور جمہور نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہنسنے سے وضوء کو واجب قرار دینا اصول کے خلاف ہے اور وہ اس طرح کہ ایک چیز جو نماز سے باہر ناقض وضوء نہیں ہو نماز کے دوران ناقض کیسے ہو سکتی ہے۔ (بدایہ المجتہد ۱/ ۵۸ طبع موسسہ الناصر۔ نصب الرایہ ۱/ ۴۷ - ۵۴ - طبع المجلس العلمی)

اور امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر تو اجماع ہے کہ نماز کے باہر ہونے کی صورت میں ہنسنا ناقض وضوء نہیں ہے۔ البتہ نماز کے دوران ہو تو اس میں اختلاف ہے اور جو نماز کے دوران وضوء کیلئے ہنسنے کو ناقض کہے وہ ایک تو قیاس جلی کی مخالفت کرتا ہے۔ جیسا کہ سابق میں جمہور کی طرف سے جواب گزرا ہے کہ یہ اصول کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے لئے انہوں نے وہ روایت دلیل بنائی ہے جو کہ صحیح نہیں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ خیرالقرون کے لوگ تھے۔ وہ دربار الٰہی میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر دوران نماز ہنسنے لگیں جیسا کہ اس مرسل روایت میں ہے۔ (فتح الباری ایضا)

لہٰذا جمہور کا مسلک ہی قوی ہے کہ نماز کے دوران ہنسنے سے نماز تو فاسد ہو جاتی ہے مگر وضوء نہیں ٹوٹتا۔

۴۔ میت کو اٹھانا

وہ امور جن سے وضوء نہیں ٹوٹتا ان کا ذکر چل رہا ہے اور انہی میں سے

چوتھی چیز میت کو اٹھانا بھی ہے۔ اس سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ ایک قوم نے یہ شاذ موقف اختیار کیا ہے کہ جو شخص میت کو اٹھائے وہ وضوء کرے اور ان کے اس موقف کو شاذ کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس سلسلہ میں جو اثر یا حدیث ہے وہ ضعیف ہے اور اس اثر کی نص بھی ذکر کی ہے۔ (بدایہ المجتہد ۱/ ۵۸)

چنانچہ سنن اربعہ' بیہقی و صحیح ابن حبان' مسند احمد اور بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من غسل میتا فلیغتسل و من حملہ فلیتوضا۔ (المنتقی مع النیل ۱/ ۲۳۷' بلوغ المرام مع السبل ۱/ ۶۹' المحلی ۱/ ۱/ ۲۲۶۔۲۲۵' و الارواء ۱/ ۱۷۵۔۱۷۳)

ترجمہ :۔ جو شخص میت کو غسل دے وہ خود غسل کرے اور جو اسے اٹھائے وہ وضوء کرلے۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کو بلوغ المرام میں نقل کرنے کے بعد امام احمد کا قول نقل کرتے ہیں جس میں ان کا کہنا ہے :

لا یصح فی ھذا الباب شئی۔

ترجمہ :۔ اس موضوع کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

جبکہ امیر صنعانی فرماتے ہیں کہ امام احمد نے یہ بات اس لئے فرمائی ہے کہ انہوں نے جس سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں ضعف ہے۔ لیکن امام ترمذی نے اسے حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے کیونکہ اس کے کئی طرق ایسے ہیں جس میں ضعف نہیں ہے اور ماوردی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کے ایک سو بیس طرق کی تخریج کی ہے۔

امام علی بن مدینی اور علامہ ابن رشد نے بھی کہا ہے کہ اس موضوع کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ زیلعی اور ابن المنذر نے بھی کہا ہے کہ اس

موضوع کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ ابن ابی حاتم، امام بخاری، بیہقی اور رافعی نے اسے موقوف قرار دیا ہے۔ البتہ امام ترمذی کی تحسین و ابن حبان کی تصحیح اور دار قطنی کی توثیق کی طرح علامہ ابن حزم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور انہوں نے تو غسل و وضوء بھی واجب قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر، علامہ* صنعانی اور امام شوکانی نے طرق کی کثرت کے پیش نظر اسے کم از کم حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔

اس حدیث کی صحت و ضعف میں اختلاف کی بناء پر اس سے وضوء کا وجوب تو ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی غسل دینے والے کیلئے غسل کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور بعض دیگر احادیث ایسی بھی ہیں جن کی موجودگی میں جمع و تطبیق ضروری ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں جو امر ہے اسے وجوب کی بجائے استحباب پر محمول کرنے کی گنجائش پیدا کرتی ہیں اور علامہ صنعانی نے وضاحت کی ہے کہ میت کو اٹھانے سے مراد تکفین سے پہلے اس کے جسم کے اعضاء سے پکڑ کر اٹھانا ہے اور اس صورت میں بھی اٹھانے پر وضوء واجب نہیں اور بقول صنعانی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے محض ہاتھوں کو دھو لینا صرف مستحب ہے۔ واجب یہ بھی نہیں کیونکہ میت پاک ہوتی ہے جیسا کہ سنن بیہقی میں حدیث ہے:

ان میتکم یموت طاهراً فحسبکم ان تغسلوا ایدیکم۔

(نیل الاوطار ۱/۱/۲۳۸، تلخیص الحبیر ۱/۱/۱۳۷-۱۳۸)

ترجمہ :۔ تمہاری میت پاک ہوتی ہے لہذا تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہاتھ دھو لو۔

اس حدیث کی سند کو حافظ عسقلانی نے حسن کہا ہے۔ الغرض میت کو ہاتھ لگا کر اٹھانے سے وضوء واجب نہیں ہوتا اور اگر وضوء کیا ہوا ہو تو وہ نہیں ٹوٹتا اور اس موضوع کی متعلقہ احادیث اور فقہی تفصیلات کیلئے بدایۃ المجتہد، نیل الاوطار، تمام المنہ ص ۱۱۲-۱۱۳، سبل السلام، تلخیص الحبیر، المحلی اور دیگر کتب حدیث و فقہ دیکھی جا سکتی ہیں۔

۵-۶۔ سر یا مونچھوں کے بال کاٹنا اور ناخن تراشنا

اور اگر کسی نے وضوء کیا ہوا ہو اور اسی حالت میں وہ ناخن تراشنے لگے یا مونچھوں اور سر کے بال کاٹ لے تو اس سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ صحیح بخاری کے ایک ترجمۃ الباب میں تعلیقا اور سنن سعید بن منصور میں صحیح سند کے ساتھ موصولا حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے۔

ان اخذ من شعرہ اواظفارہ (او خلع خفیہ) فلا وضوء علیہ۔

(بخاری مع الفتح ۱ر ۲۸۰-۲۸۱)

ترجمہ :۔ اگر کوئی بال کاٹے یا ناخن تراشے تو اس پر وضوء نہیں ہے۔

امام مجاہد، حکیم بن عتیبہ اور حماد سے منقول ہے کہ وہ ان دونوں کاموں پر وضوء کا کہا کرتے تھے۔ جبکہ امام ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اجماع اس کے خلاف ہے یعنی وضوء ضروری نہ ہونے پر علماء امت کا اجماع ہے۔

(فتح الباری ۱ر ۲۸۱)

۷۔ قے کرنا

اور وہ امور جن سے وضوء نہیں ٹوٹتا ان میں سے ساتویں چیز خود بخود آنے والی قے بھی ہے۔ ایسی قے بھی ناقض وضوء نہیں کیونکہ اس کے ناقض ہونے پر دلالت کرنے والی کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ و دیگر محققین کا یہی مسلک ہے کہ قے ناقض وضوء نہیں ہے۔ جبکہ حنابلہ کے نزدیک مطلقاً اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ یہ قے بھی ناقض وضوء ہے اور قے کے ناقض ہونے پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے پہلی تو سنن ابن ماجہ، دار قطنی اور مسند احمد میں ہے جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من اصابه قی ء اورعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضاثم لیبن علی صلواته و هو فی ذلک لایتکلم۔

ترجمہ :۔ جسے قے آئے یا نکسیر پھوٹے یا ڈکار کے ساتھ کھانا منہ میں آ جائے یعنی استفراغ ہو یا مذی نکل آئے تو اسے چاہئے کہ پھر جائے اور جا کر وضوء کرے اور جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے آکر شروع کر لے اور اس دوران کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ (المنتقی مع النیل ۱/۱/۲۲۲ مصری' بلوغ المرام مع السبل ۱/۱/۶۷' ضعیف الجامع (۵۴۳۴) و سنن ابن ماجہ حدیث (۱۲۲۱)

اگر یہ حدیث صحیح اور نبی اکرم ﷺ تک مرفوعا ثابت ہوتی تو اس سلسلہ میں یہ نص تھی لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اسے امام احمد' ابن معین' ابو حاتم اور دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمد و بیہقی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے اور جمہور اہل علم محدثین کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہوتی۔

جب یہ حدیث صحیح ثابت ہی نہیں ہے تو وضوء کا حکم اپنی اصل حالت پر قائم رہے گا اور وہ ہے عدم نقض اور اس حکم کو عدم نقض سے نقض کی طرف لے جانے کے لئے کسی قوی دلیل کی ضرورت ہے جو کہ یہاں نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے سبل السلام ۱/۱/۲۷' نیل الاوطار ۱/۱/۲۲۲ ۔ ۲۲۳' ارواء الغلیل ۱/ ۱۴۸ اور تلخیص الحبیر ۱/ ۲۷۵ ملاحظہ فرمائیں)

اور یاد رہے کہ اس روایت میں مذکور دیگر اشیاء میں سے مذی کے ناقض وضوء ہونے کے دلائل تو صحیحین کی احادیث میں مذکور ہیں اور ذکر کئے جا چکے ہیں اور استفراغ یعنی ڈکار کے ساتھ پیٹ سے کھانا منہ میں آ جانے کا حکم قے والا ہی ہے کہ یہ ناقض وضوء نہیں ہے اور نکسیر کے بارے میں تفصیل بعد میں ذکر کی جائے گی کہ یہ ناقض وضوء ہے یا غیر ناقض وضوء' اور زیر بحث موضوع یعنی قے کے ناقض وضو ہونے کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جو کہ صحیح بھی

ہے اور مرفوع بھی مگر وہ صحیح صریح نہیں۔ چنانچہ ترمذی اور مسند احمد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے :

ان النبی ﷺ قاء فافطر فتوضاء۔ (المنتقی مع النیل ۱ ر ۱ ر ۹۹۸' ترمذی مع التحفه ۱ ر ۲۸۷' و صححه البانی فی الارواء ۱ ر ۱۴۷

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نے قے کی اور روزہ افطار کیا اور پھر وضوء کیا۔

لیکن اس حدیث کے الفاظ محفوظ نہیں جیسا کہ تحفہ الاحوذی میں تفصیل مذکور ہے۔ جبکہ یہی حدیث ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ' المنتقی ابن جارود' صحیح ابن حبان و ابن مناہ دارقطنی' بیہقی' طبرانی اور مستدرک حاکم میں ایک دوسرے طریق سے بھی ہے۔ جس کے محفوظ الفاظ یہ ہیں:

ان رسول الله ﷺ قاء فافطر - (صحیح الترمذی حدیث (۵۷۷) صحیح ابی داؤد حدیث (۲۰۸۵) سنن الدارمی حدیث (۱۷۲۸) موارد الظمان حدیث (۹۰۸))

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نے قے کی اور پھر روزہ افطار کیا۔

اور مسند احمد کے الفاظ ہیں:

استقاء رسول الله ﷺ فافطر - (ارواء الغلیل ۱ ر ۱ ر ۱۴۷' و نیل الاوطار ۱ ر ۱ ر ۲۲۲' و تحفة الاحوذی ۲۸۸ - ۲۹۹)

ترجمہ :۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے قے کی اور روزہ افطار کر لیا۔

اس حدیث سے بھی قے کے ناقض وضوء ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن اس حدیث میں یہ دلالت کہاں ہے ؟

اولا

زیادہ سے زیادہ یہ نبی اکرم ﷺ کا فعل ہے جو کہ کسی چیز کے وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ وجوب کیلئے کوئی خاص دلیل چاہئے جو کوئی بھی صحیح نہیں اور

اس فعل سے زیادہ سے زیادہ یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس اسوہ حسنہ کو دیکھتے ہوئے قے کرنے کے بعد وضوء کرنا مشروع و مستحب ہے۔ لیکن یہ واقعہ وجوب کی دلیل نہیں بن سکتا' اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا اختیار بھی استحباب ہی ہے۔ (مجموعہ الرسائل الکبری بحوالہ تمام المنہ ص ۱۱۲)

اور امام بیہقی کے بقول یہ بھی تب ہے جب کوئی شخص جان بوجھ کر قے کرے۔ خود بخود قے آنے سے تو روزہ نہیں ٹوٹتا تو وضوء کیسے ٹوٹ جائے گا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند اس قدر مضطرب ہے کہ حجت ہی نہیں بن سکتی اور اگر صحیح ثابت بھی ہو تو اسے صرف عمدا قے کرنے پر محمول کیا جائے گا۔ (نیل الاوطار ۱/۱/۲۲۲' والارواء ۱/)

ثانیا

قے کے ناقض وضوء ہونے کے قائلین جو یہ کہتے ہیں کہ وہ معدہ سے ہو' منہ بھر کر ہو اور ایک ہی مرتبہ اتنی ہو تو یہ ناقض وضوء ہے۔ جبکہ ان حدود و قیود یا شرائط کا سرے سے کسی بھی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ ہاں امیر صنعانی نے سبل السلام میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی کسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں منہ بھر قے کے الفاظ ہیں اور ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے۔ (نیل الاوطار و ارواء الغلیل و سبل السلام ۱/۱/۶۷)

ثالثا

ان احادیث میں سے کسی ایک میں بھی مذکور نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ جو شخص قے کرے وہ وضوء کرے اور نہ ہی کسی حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضوء صرف قے کرنے کی وجہ سے ہی فرمایا ہو کہ اس سے پہلے آپ ﷺ باوضوء ہوں اور قے آنے سے وضوء ٹوٹنے کیوجہ سے آپ ﷺ نے وضوء کیا ہو۔ علامہ ابن حزم نے

المحلی میں قے کو ناقض وضوء قرار دینے کی بڑی سختی سے تردید کی ہے۔ (المحلی لابن حزم ۱ر ۲۵۵-۲۵۸)

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ قے آنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی وضوء کر لے تو بہرحال یہ بہتر ہے کیونکہ اس میں فضیلت بھی ہے اور احتیاط بھی۔

۸ ۔ نکسیر

وہ اشیاء جن کے ناقض وضوء ہونے کی کوئی دلیل نہیں ان میں سے آٹھویں نکسیر ہے۔ اس سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا کیونکہ کسی صحیح و صریح اور مرفوع حدیث میں نکسیر سے وضوء ٹوٹنے کا ذکر نہیں ملتا اور جن میں اس سے وضوء ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ یا تو صحیح نہیں یا پھر مرفوع نہیں بلکہ مرسل ہیں' اور جمہور اہل علم کے نزدیک مرسل روایت کسی مسئلہ میں حجت نہیں ہوتی۔

نکسیر کے ناقض وضوء ہونے پر دلالت کرنے والی ایک روایت تو وہی ہے جو کہ سنن ابن ماجہ' دار قطنی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے:

من اصابہ قیء اورعاف......

یہ روایت ہم قے کے سلسلہ میں ذکر کر چکے ہیں' اور یہ بھی وضاحت کی جا چکی ہے کہ متعدد ائمہ و محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض نے اس کا مرسل ہونا اقرب الی الصواب لکھا ہے۔ جبکہ جمہور کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہوتی اور پھر جب یہ حدیث مرفوعا ثابت ہی نہیں تو نکسیر کا حکم بھی اپنی اصل حالت پر رہے گا اور وہ ہے عدم نقض' اور اس حکم سے اسے نقض کی طرف لے جانے کے لئے کسی قوی دلیل کی ضرورت ہے جو کہ یہاں نہیں ہے (کمامر) اور اسی طرح سنن دار قطنی' الکامل لابن عدی اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے۔

اذا رعف احدکم فی صلاتہ فلینصرف فلیغسل عنہ الدم' ثم لیعد وضوء ہ و لیستقبل صلوتہ۔ (بحوالہ نیل الاوطار ۱ / ۱ / ۲۲۳' نصب الرایۃ ۱ / ۴۲' والضعیفۃ (۲۵۳۱) بحوالہ ضعیف الجامع (۶۲۰)

ترجمہ :۔ تم میں سے جب کسی کی نماز کے دوران نکسیر پھوٹ جائے تو اسے جا کر خون دھرانا اور وضوء دھوانا چاہیئے اور پھر نماز کی طرف آنا چاہیئے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند میں سلیمان بن ارقم نامی راوی متروک ہے۔ ایسے ہی سنن دار قطنی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک روایت میں بھی قے اور نکسیر سے وضوء کرنے کا ذکر آیا ہے۔ مگر اس کی سند کے ایک راوی ابو بکر واہری کو متروک' کذاب اور وضاع قرار دیا گیا ہے اور اس کے دوسرے ایک راوی حجاج بن رقاۃ پر کلام معروف ہے لہٰذا ضعیف ہونے کی وجہ سے وہ بھی قابل استدلال نہ ہوئی۔ البتہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا مصنف عبد الرزاق میں ایک قول مروی ہے جس کی سند کو حافظ ابن حجرؒ نے حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ ایسے ہی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ان دونوں کے ان اقوال یا آثار میں قے اور نکسیر کو ناقض وضوء کہا گیا ہے' اور موطا امام مالک میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ نکسیر سے وضوء کیا کرتے تھے اور امام شافعی نے اس سلسلہ میں ان کا ایک قول بھی نقل کیا ہے۔

(بحوالہ بالا' نصب الرایہ ۱ / ۳۹)

اسی طرح علامہ ابن حزم نے المحلی میں حضرت علی و ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم کے علاوہ متعدد تابعین رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بھی ذکر کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ نکسیر اور ہر بہنے والے خون سے نقض وضوء کے قائل تھے تو ہم کہیں گے کہ ٹھیک ہے یہ قائل ہیں تو ہوتے رہیں' حجت صرف ارشاد نبوی ہے نہ کہ اقوال صحابہ و تابعین' اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ

باقی صفحہ ۳۳ پر